سکھانے کا اہتمام فرمایا۔

دوسرا حکم عورتوں کا پردہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ، اس میں بھی اگرچہ سبب نزول کے خاص واقعہ کی بناء پر بیان اور تعبیر میں خاص ازواج مطہرات کا ذکر ہے، مگر حکم ساری اُمّت کے لئے عام ہے۔ خلاصہ حکم کا یہ ہے کہ عورتوں سے اگر دوسرے مردوں کو کوئی استعمالی چیز برتن، کپڑا وغیرہ لینا ضروری ہو تو سامنے آکر نہ لیں، بلکہ پردہ کے پیچھے سے مانگیں۔ اور فرمایا کہ یہ پردہ کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے دلوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کیلئے دیا گیا ہے۔

پردۂ نسواں کی خاص اہمیت اس جگہ یہ بات قابل نظر ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات ہیں، جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے، جس کا ذکر اس سے پہلی آیت لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ میں مفصل آچکا ہے۔ دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے۔

لیکن ان سب امور کے ہوتے ہوئے ان کی طہارت قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مرد و عورت کے درمیان پردہ کرایا جائے۔ آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابۂ کرام کے نفوس سے اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہراتؓ کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے، اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟

آیات مذکورہ کے اسباب نزول ان آیات کے سبب نزول میں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں، جن میں کوئی تضاد نہیں، ہو سکتا ہے کہ مجموعہ واقعات نزول آیات کا سبب ہو۔

شروع آیت میں جو مہمانی کے آداب بیان ہوئے کہ بغیر بلائے کھانے کے لئے نہ جائیں، اور کھانے کے انتظار میں نہ بیٹھیں، اس کا سبب نزول ابن ابی حاتم نے سلیمان بن ارقم سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان ثقلاء اور بدعقل لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بغیر دعوت کے کسی کے مکان میں جا بیٹھیں اور کھانے کا انتظار کریں۔

اور امام عبد بن حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اُن بعض لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو انتظار میں رہتے اور کھانے کے وقت سے پہلے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں جا کر بیٹھ جاتے اور باہمی باتوں میں مشغول رہتے، یہاں تک کہ کھانا تیار ہو جاتا تو اس میں شریک ہو جاتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ ہدایات جاری ہوئیں جو شروع آیت میں مذکور ہیں۔ یہ واقعات پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کے ہیں، جب عام مرد و زنان مکان میں آتے جاتے رہتے تھے۔

دوسرا حکم جو عورتوں کے پردہ سے متعلق ہے اس کے شان نزول میں امام بخاری کی دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت حضرت انسؓ سے یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے جاتے ہیں، اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیدیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے، اس پر یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔

صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ قول منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

وافقت ربي في ثلاث قلت يا رسول الله لو اتخذت من مقام ابراهيم مصلى فانزل الله تعالى وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وقلت يا رسول الله ان نساءك يدخل عليهن البر والفاجر فلو حجبتهن فانزل الله آية الحجاب وقلت لأزواج النبي صلى الله عليه وسلم لما تمالأن عليه في الغيرة عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فنزلت كذلك	میں نے موافقت کی اپنے رب کے ساتھ تین چیزوں میں، ایک یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مقام ابراہیم کو اپنی جائے نماز بنالیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی ازواج مطہرات کے سامنے ہر نیک و بد انسان آتا ہے، بہتر ہو کہ آپ ان کو پردہ کرائیں، اسی پر آیت حجاب نازل ہو گئی۔ اور جب ازواج مطہرات میں باہمی غیرت و رشک پیش آنے لگا تو میں نے ان سے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دیدیں تو

بعید نہیں کہ اللہ آپ کو تم سے بہتر ازواج عطا فرما دیں، چنانچہ ٹھیک انہی الفاظ کے ساتھ قرآن نازل ہو گیا۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح سے ایذاء و تکلیف پہونچانا یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا، آخر آیت میں پھر اس مضمون کو دُہرایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادوں اور خیالات سے بھی واقف ہے، تم کسی چیز کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب ظاہر ہی ہے۔ اس میں تاکید ہے کہ مذکور الصدر احکام میں کسی قسم کا شک و شبہ یا وسوسہ دل میں پیدا نہ ہونے دیں، اور احکامِ مذکورہ کی مخالفت سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔

آیتِ مذکورہ میں تین احکام بیان کئے گئے ہیں، ان میں عورتوں کے پردہ کا مسئلہ کئی وجہ سے تفصیل طلب ہے، اس لئے بقدرِ ضرورت لکھا جاتا ہے۔

احکامِ حجاب

انسدادِ فواحش کا اسلامی نظام

فواحش، بدکاری، زنا اور اس کے مقدمات دنیا کی اُن مہلک برائیوں میں سے ہیں جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و افراد کو نہیں بلکہ قبائل اور خاندانوں کو اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں کوئی عورت اور شہوانی جذبات کا جال نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی قوم کوئی مذہب، کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس کی بُرائی اور مہلک عیب ہونے پر متفق نہ ہو۔

دنیا کے اس آخری دور میں یوروپین اقوام نے اپنی مذہبی حدود اور قدیم قومی روایات سب کو توڑ کر اگرچہ زنا کو اپنی ذات میں کوئی جرم ہی نہیں رکھا، اور تمدن و معاشرت کو ایسے سانچوں میں ڈھال دیا ہے جن میں ہر قدم پر جنسی انارکی اور فواحش کو دعوتِ عام ہو، مگر ان کے ثمرات و نتائج کو وہ بھی جرائم سے خارج نہ کر سکے۔ عصمت فروشی، زنا بالجبر، منظرِ عام پر فحش حرکات کو تعزیری جرم قرار دینا پڑا، جس کی مثال اس کے سوا کچھ نہیں کہ کوئی شخص آگ لگانے کے لئے سوختہ کا ذخیرہ جمع کرے پھر اس پر تیل چھڑکے، پھر اس میں آگ لگائے، اور جب اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو ان شعلوں پر پابندی لگانے

اور روکنے کی فکر کرے، ہنڈیا پکانے کے لئے اس کے نیچے آگ جلائے پھر اس کے اُبال اور جوش کو روکنا چاہے۔

اس کے خلاف اسلام نے جن چیزوں کو جرائم اور انسانیت کے لئے مضر قرار دیکر قابلِ سزا جرم کہا ہے، ان کے مقدمات پر بھی پابندیاں عائد کیں، اور ان کو ممنوع قرار دیا، اس معاملے میں مقصود اصلی زنا، اور بدکاری سے بچانا تھا تو اس کو نظر نیچی رکھنے کے قانون سے شروع کیا، عورتوں مردوں کے بے محابا اختلاط کو روکا، عورتوں کو گھروں کی چار دیواری میں محدود رکھنے کی ہدایت کی اور ضرورت کے وقت باہر نکلنے کے لئے بھی برقع یا لمبی چادر سے پورا بدن چھپا کر نکلنے اور سڑک کے کنارے چلنے کی ہدایت کی، خوشبو لگا کر یا بجنے والا زیور پہن کر نکلنے کی ممانعت کی۔ پھر جو شخص ان سب حدود و قیود اور پابندیوں کے حصار کو پھاند کر باہر نکل جائے اس پر ایسی سخت عبرت آموز سزا جاری کی کہ ایک مرتبہ کسی بدکردار پر جاری کر دی جائے تو پوری قوم کو مکمل سبق مل جائے۔

اہلِ یورپ اور ان کے مقلدین نے اپنی فحاشی کے جواز میں عورتوں کے پردہ کو عورتوں کی صحت اور اقتصادی اور معاشی حیثیت سے معاشرہ کے لئے مضر ثابت کرنے اور بے پردہ رہنے کے فوائد پر بحثیں کی ہیں۔ ان کا مفصل جواب بہت سے علمائے اہلِ عصر نے مفصل کتابوں میں لکھ دیا ہے، اس کے متعلق یہاں اتنا سمجھ لینا بھی کافی ہے کہ فائدہ اور نفع سے تو کوئی جرم وگناہ بھی خالی نہیں۔ چوری، ڈاکہ، دھوکہ فریب ایک اعتبار سے بڑا نفع بخش کاروبار ہے، مگر جب اس کے ثمرات و نتائج میں آنے والی مہلک مضرتیں سامنے آتی ہیں تو کوئی شخص ان کو نافع کاروبار کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بے پردگی میں اگر کچھ معاشی فوائد بھی ہوں مگر جب پورے ملک و قوم کو ہزاروں فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے تو پھر اس کو نافع کہنا کسی دانشمند کا کام نہیں ہو سکتا۔

انسدادِ جرائم کے لئے اسلام میں سدِّ ذرائع کا زرّیں اصول، اور اس میں راہِ اعتدال

جس طرح اصولِ عقائد، توحید، رسالت، آخرت، تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں اسی طرح عام معاصی اور فواحش و منکرات ہر شریعت و مذہب میں حرام قرار دیئے گئے ہیں، لیکن شرائع سابقہ میں ان کے اسباب و ذرائع کو مطلقاً حرام نہیں کیا گیا تھا جب تک کہ ان کے ذریعہ کوئی جرم واقع نہ ہو جائے۔ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چونکہ قیامت تک رہنے والی شریعت تھی، اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ خاص اہتمام یہ کیا گیا کہ جرائم و معاصی تو حرام تھے ہی

ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دیدیا گیا جو عادت غالبہ کے طور پر ان جرائم تک پہونچانے والے ہیں، مثلاً شراب نوشی کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام قرار دیدیا گیا، سود کو حرام کرنا تھا تو سود سے ملتے جلتے معاملات کو بھی ناجائز کر دیا گیا، اسی لئے حضرات فقہاء نے تمام معاملات فاسدہ سے حاصل ہونے والے نفع کو سود کی طرح مالِ خبیث قرار دیا۔ شرک و بت پرستی کو قرآن نے ظلم عظیم اور ناقابلِ معافی جرم قرار دیا، تو اس کے اسباب و ذرائع پر بھی کڑی پابندی لگادی، آفتاب کے طلوع، غروب، اور وسط میں ہونے کے اوقات میں چونکہ مشرکین آفتاب کی پرستش کرتے تھے، ان اوقات میں نماز پڑھی جاتی تو آفتاب پرستوں کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت ہوجاتی، پھر یہ مشابہت کسی وقت خود شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتی تھی، اس لئے شریعت نے ان اوقات میں نماز اور سجدہ کو بھی حرام و ناجائز کر دیا۔ بتوں کے مجسمات اور تصویریں چونکہ بت پرستی کا قریب ذریعہ تھیں، اس لئے بت تراشی، اور تصویر سازی کو حرام اور ان کے استعمال کو ناجائز کر دیا گیا۔

اسی طرح جبکہ شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام اسباب قریبہ اور ذرائع کو بھی محرمات میں داخل کر دیا، کسی اجنبی عورت یا اَمرد پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا قرار دیا، اس کا کلام سننے کو کانوں کا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا، اس کے لئے جدوجہد میں چلنے کو پاؤں کا زنا فرمایا، جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے، انہی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل ہوئے۔

مگر اسباب و ذرائع کا قریب و بعید ایک طویل سلسلہ ہے، اگر دور تک اس سلسلے کو روکا جائے تو زندگی دشوار ہوجائے، اور عمل میں بڑی تنگی پیش آجائے، جو اس شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔ قرآنِ کریم کا اس کے بارے میں کھلا ہوا اعلان یہ ہے کہ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ "یعنی دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں رکھی گئی"۔ اس لئے اسباب و ذرائع کے معاملے میں حکیمانہ فیصلہ کیا گیا کہ جو افعال و اعمال کسی معصیت کا ایسا سبب قریب ہوں کہ عام عادت کے اعتبار سے اس کا ارتکاب کرنے والا اس معصیت میں ضرور مبتلا ہو ہی جاتا ہے، ایسے اسباب قریبہ کو شریعتِ اسلام نے اصل معصیت کے ساتھ ملحق کر کے ان کو بھی حرام کر دیا، اور جو اسباب بعیدہ ہیں کہ ان کے عمل میں لانے سے معصیت میں مبتلا ہونا عادۃً لازم و ضروری تو نہیں، مگر کچھ نہ کچھ دخل معصیت میں ضرور ہے ایسے اسباب و ذرائع کو مکروہ قرار دیا۔

اور جو اسباب ان سے بھی زیادہ بعید ہیں کہ معصیت میں ان کا دخل شاذ و نادر ہے ان کو نظر انداز کر کے مباحات میں داخل کر دیا۔

پہلے مسئلہ کی مثال شراب فروشی ہے کہ یہ شراب نوشی کا سبب قریب ہے، اس کو بھی شریعت نے اسی طرح حرام کر دیا جس طرح شراب نوشی حرام ہے۔ کسی غیر عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا اگرچہ عین زنا نہیں، مگر اس کا سبب قریب ہو، شریعت نے اس کو اسی کی طرح حرام قرار دیدیا۔

اور دوسرے مسئلے کی مثال یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ انگور فروخت کرنا جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اس سے شراب ہی بناتا ہے اس کا پیشہ یہی ہے یا اس نے صراحۃً کہہ دیا ہے کہ میں اس کام کے لئے خرید رہا ہوں، یہ اگرچہ شراب فروشی کے درجہ میں حرام تو نہیں مگر مکروہ و ناجائز یہ بھی ہے۔ یہی حکم سنیما گھر بنانے یا سودی بینک چلانے کے لئے زمین مکان کرایہ پر دینے کا ہے کہ معاملہ کے وقت جب معلوم ہو کہ یہ مکان کو ناجائز کام کے لئے لے رہا ہے تو کرایہ پر دینا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔

تیسرے درجہ کی مثال یہ ہے کہ عام لوگوں کے ہاتھ انگور فروخت کئے جائیں، جن میں یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص ان سے شراب کشید کرے مگر نہ اس نے اس کا اظہار کیا نہ ہمارے علم میں وہ ایسا شخص ہو جو شراب کشید کرتا ہو تو شرعاً اس طرح کی بیع کو مباح و جائز قرار دی۔

تنبیہ ضروری

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن کاموں کو گناہ کا سبب قریب درجہ اوّل کا قرار دے کر حرام کر دیا، اس حکم حرمت کے بعد وہ سب کے لئے مطلقاً حرام ہے، خواہ ابتلاء گناہ کا سبب بنے یا نہ بنے اب وہ خود ایک حکم شرعی ہے جس کی مخالفت حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ عورتوں کا پردہ بھی شرعاً اسی سدِّ ذرائع کے اصل پر مبنی ہے کہ ترکِ پردہ سبب ہے معصیت میں مبتلا ہونے کا، اس میں بھی اسباب کی مذکورہ قسموں کے احکام جاری ہوں گے۔ مثلاً کسی جوان مرد کے سامنے جوان عورت کو اپنا بدن کھولنا ابتلاء گناہ کا ایسا سبب قریب ہے کہ عادت اکثریہ کے اعتبار سے اس پر گناہ کا مرتب ہونا لازمی جیسا ہے، اس لئے یہ تو شرعاً زنا کی طرح حرام ہوگیا، کیونکہ شرعاً اس عمل کو حکم فاحشہ کا دیدیا گیا ہے، اب وہ مطلقاً حرام ہے۔ اگرچہ معاملہ کسی معصوم کے ساتھ ہو یا کوئی شخص اپنے نفس پر مکمل قابو رکھنے کی وجہ سے

مطمئن ہو کر گناہ سے بچ جائے گا۔ مواقع ضرورت علاج وغیرہ کا مستثنیٰ ہونا الگ چیز ہے، اس سے اصل حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ مسئلہ اوقات اور حالات سے بھی متاثر نہیں ہوتا قرن اول اسلام میں بھی اس کا حکم وہی تھا جو آج فسق و فجور کے زمانے میں ہے۔

دوسرا درجہ ترک حجاب کا یہ ہے کہ گھروں کی چار دیواری سے باہر برقع یا لانبی چادر سے پورا بدن چھپا کر باہر نکلے، یہ سبب بعید ہے فتنہ کا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا کرنا سبب فتنہ ہو تو ناجائز ہے اور جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو وہاں جائز ہے۔ اسی لئے اس کا حکم زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدل سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کا عورتوں کا خروج موجب فتنہ نہیں تھا، اسی لئے آپ نے عورتوں کو برقع وغیرہ میں سارا بدن چھپا کر مسجدوں میں آنے کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی تھی، اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنے کو منع فرمایا تھا اگرچہ اس وقت بھی ان کو ترغیب اسی کی دی تھی کہ نماز اپنے گھروں میں ادا کریں، کیونکہ ان کے لئے مسجدوں میں آنے سے زیادہ ثواب گھر میں پڑھنے کا ہے، مگر فتنہ کا خوف نہ ہونے کے سبب منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے دیکھا کہ اب عورتوں کا مسجدوں میں آنا فتنہ سے خالی نہیں رہا، اگرچہ برقع چادر وغیرہ لپیٹ کر آئیں، تو ان حضرات نے باجماع و اتفاق عورتوں کو مسجدوں کی جماعت میں آنے سے روک دیا۔ حضرت صدیقہ عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کے حالات کو دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے مختلف نہیں، بلکہ آپ نے جن شرائط کی بناء پر اجازت دی تھی، اب وہ شرائط نہ رہیں تو حکم آپ ہی کے فیصلے سے بدل گیا۔

عورتوں کے پردہ کا بیان قرآن کریم کی سات آیتوں میں آیا ہے۔ تین سورۂ نور میں گذر چکی ہیں، چار آیتیں سورۂ احزاب میں ہیں، جن میں سے ایک پہلے آچکی ہے، ایک زیر نظر ہے باقی آگے آئیں گی، جن میں پردہ کے درجات کی تعیین اور احکام کی تفصیل اور جو اس سے مستثنیٰ ہیں، ان کا مفصل بیان ہے۔ اسی طرح ستر سے زیادہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قولاً اور عملاً پردہ کے احکام بتلائے گئے ہیں، ان سب کو یکجا معلوم کرنے کے لئے احقر نے ایک مستقل رسالہ بنام "تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب" لکھ دیا ہے جو بزبان عربی احکام القرآن سورۂ احزاب کا جزء ہو کر شائع ہو چکا ہے اس تفسیر قرآن میں ہر آیت کی تفسیر تو اپنی اپنی جگہ پر آ ہی رہی ہے باقی مضامین رسالہ کے چند ضروری اقتباسات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

۱۴

نزولِ حجاب کی تاریخ

عورتوں اور مردوں میں بے محابا اختلاط تو دنیا کی پوری تاریخ میں آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی زمانے میں درست نہیں سمجھا گیا، اور صرف اہل شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں ایسے اختلاط کو روا نہیں رکھا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر مدین کے وقت جن عورتوں کا اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے الگ رُکے ہوئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہی بتلائی گئی کہ ان عورتوں نے مردوں کے ہجوم میں گھسنا پسند نہ کیا، سب کے بعد بچے ہوئے پانی پر قناعت کی۔ حضرت زینب بنت جحشؓ جن کے نکاح کے وقت پہلی آیتِ حجاب نازل ہوئی ہے اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی جامع ترمذی کی روایت میں ان کی گھر میں نشست کی یہ صورت بیان کی ہے وَہِیَ مُوَلِّیَۃٌ وَجْہَہَا اِلَی الْحَائِطِ، "یعنی وہ اپنا رُخ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نزولِ حجاب سے پہلے بھی عورتوں مردوں میں بے محابا اختلاط اور بے تکلف ملاقات و گفتگو کا رواج شریف اور نیک لوگوں میں کہیں نہ تھا۔ قرآن کریم میں جس جاہلیتِ اولیٰ اور اس میں عورتوں کے تبرج و ظہور کا ذکر ہے وہ بھی عرب کے شریف خاندانوں میں نہیں بلکہ لونڈیوں اور آوارہ عورتوں میں تھا عرب کے شریف خاندان اس کو معیوب سمجھتے تھے۔ عرب کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے۔ ہندوستان میں ہندو، بدھ مت، اور دوسرے مشرکانہ مذاہب والوں میں عورتوں مردوں کے درمیان بے محابا اختلاط گوارا نہ تھا۔ یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبۂ زندگی میں مرد و زن کے بے تکلف اختلاط ضیافتوں اور مجلسوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے، جس میں یہ اقوام بھی اپنے ماضی سے ہٹ جانے کے بعد مبتلا ہوئی ہیں۔ قدیم زمانے میں ان کی بھی یہ صورت نہ تھی۔ حق تعالیٰ نے جس طرح عورت کی جسمانی تخلیق کو مردوں سے ممتاز رکھا ہے اسی طرح ان کی طبیعتوں میں ایک فطری حیاء کا جوہر بھی رکھا ہے، جو ان کو فطری طور پر عام مردوں سے الگ تھلگ رہنے اور تستر پر آمادہ کرتی ہے۔ اور یہ فطری اور طبعی حیاء کا پردہ عورتوں مردوں

کے درمیان ابتداء آفرینش سے حائل رہا ہے، ابتداء اسلام میں بھی ابھی پردہ کی یہی نوعیت تھی۔ پردۂ نسواں کی یہ خاص نوعیت کہ عورتوں کا اصل مقام گھروں کی چار دیواری ہو، اور جب کسی شرعی ضرورت سے باہر نکلنا ہو تو پورے بدن کو چھپا کر نکلیں یہ ہجرت مدینہ کے بعد ۵ھ ہجری میں جاری ہوا ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ باتفاق علماء امت اس پردہ کے متعلق پہلی آیت وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ، اور یہ آیت حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح اور حرم نبوی میں داخلہ کے وقت نازل ہوئی ہے۔ اس نکاح کی تاریخ میں حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں اور ابن عبدالبرؒ نے استیعاب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ ۳ھ ہجری میں ہوا یا ۵ھ ہجری میں ہوا۔ ابن کثیرؒ نے ۵ھ ہجری کو ترجیح دی، ابن سعدؒ نے حضرت انسؓ سے بھی ۵ھ ہجری نقل کیا ہے، حضرت صدیقہ عائشہؓ کی بعض روایات سے بھی اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

آیت مذکورہ میں عورتوں کو پس پردہ رہنے کا حکم دیا اور مردوں کو حکم یہ ملا کہ اگر ان سے کوئی چیز مانگنا ہے تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں۔ اس میں پردہ کی خاص تاکید پائی گئی کہ بلا ضرورت تو مردوں عورتوں کو الگ ہی رہنا ہے، ضرورت کے وقت ان سے بات کرنا ہو تو پس پردہ کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں پردۂ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق سات آیتیں نازل ہوئی ہیں، چار سورۂ احزاب میں اور تین سورۂ نور میں گزر چکی ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پردہ کے متعلق سب سے پہلے نازل ہونے والی یہی آیت ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ الآیۃ، سورۂ نور کی تینوں آیتیں اور سورۂ احزاب کے شروع کی آیت جس میں ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں بیٹھیں، وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ، یہ سب اگرچہ ترتیب قرآن میں پہلے ہے مگر نزول کے اعتبار سے مؤخر ہیں۔ سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا ہے جب کہ ازواج مطہراتؓ کو منجانب اللہ اختیار دیا گیا تھا کہ اگر دنیا کی وسعت چاہتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق لے لیں، اور آخرت کو ترجیح دے کر دنیا کی معیشت میں موجودہ حالت پر قناعت کریں تو نکاح میں رہیں۔

اس واقعۂ تخییر میں یہ بھی مذکور ہے کہ جن ازواج کو یہ اختیار دیا گیا تھا ان میں حضرت زینبؓ بنت جحش بھی شامل تھیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کا نکاح اس

آیت سے پہلے ہو چکا تھا، یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح سورۂ نور کی آیتیں جن میں پردہ کے متعلق تفصیلات ہیں، یہ اگرچہ ترتیب قرآنی میں مقدم ہیں مگر نزول کے اعتبار سے وہ بھی اس کے بعد قصۂ افک کے ساتھ نازل ہوئی ہیں، جو غزوۂ بنی المصطلق یا مریسیع سے واپسی میں پیش آیا تھا، یہ غزوہ ۶ھ ہجری میں ہوا ہے۔ اور پردہ شرعی کے احکام اس وقت سے جاری ہوتے ہیں جبکہ حضرت زینبؓ کے نکاح میں آیت پردہ نازل ہوئی، سورۂ نور کی آیات متعلقہ حجاب سورۂ نور میں گزر چکی ہیں۔

ستر عورت کے احکام اور حجاب نساء میں فرق

مرد و عورت کا وہ حصۂ بدن جس کو عربی میں عورۃ اور اردو فارسی میں ستر کہتے ہیں جس کا سب سے چھپانا شرعی، طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے، اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے، وہ ستر عورت یعنی اعضاء مستورہ کا چھپانا ہے۔ یہ فریضہ تو ابتداء آفرینش سے فرض ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے، بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم و حواء علیہما السلام کا جنتی لباس اتر گیا اور ستر کھل گیا تو وہاں بھی آدم علیہ السلام نے ستر کھلا رکھنے کو جائز نہیں سمجھا۔ اسی لئے آدم و حواء دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر باندھ لئے طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ کا یہی مطلب ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر پیغمبر دین کی شریعت میں ستر چھپانا فرض رہا ہے۔ اعضاء مستورہ کی تعیین اور تحدید میں اختلاف ہو سکتا ہے، کہ ستر کہاں سے کہاں تک ہے، مگر اصل فرضیت ستر عورت کی تمام شرائع انبیاء میں مسلمہ ہے۔ اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نفسہ عائد ہے، کوئی دوسرا دیکھنے والا ہو یا نہ ہو اسی لئے اگر کوئی شخص اندھیری رات میں ننگا نماز پڑھے حالانکہ ستر چھپانے کے قابل کپڑا اس کے پاس موجود ہو، تو یہ نماز بالاتفاق ناجائز ہے، حالانکہ اس کو ننگا کسی نے دیکھا نہیں (بحر الرائق) اسی طرح نماز اگر کسی ایسی جگہ پڑھی جہاں کوئی دوسرا آدمی دیکھنے والا نہیں اس وقت بھی اگر نماز میں ستر کھل گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (کما فی عامۃ کتب الفقہ)

خارج نماز لوگوں کے سامنے ستر پوشی کے فرض ہونے میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں، لیکن خلوت میں جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود نہ ہو وہاں بھی صحیح قول یہی ہے کہ خارج نماز بھی بلا ضرورت شرعیہ یا طبعیہ کے ستر کھول کر ننگا بیٹھنا جائز نہیں۔ (کما فی البحر عن شرح المنیہ)

یہ حکم تو ستر عورت کا تھا، جو اوّلِ اسلام سے بلکہ اوّلِ آفرینش سے تمام شرائع انبیاء میں فرض رہا ہے، جس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ خلوت و جلوت میں بھی برابر ہیں، جیسے لوگوں کے سامنے ننگا ہونا جائز نہیں، ایسے ہی خلوت و تنہائی میں بھی بلاضرورت ننگا رہنا جائز نہیں۔

دوسرا مسئلہ، حجاب اور پردہ کا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں۔ اس مسئلہ میں بھی اتنی بات تو انبیاء و صلحاء اور شرفاء میں ہمیشہ سے رہی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا بے محابا اختلاط نہ ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں کا قصہ جو قرآن کریم میں پارہ۲۰ میں آیا ہے اس میں لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بستی کے کنویں پر گئیں جہاں لوگوں کا ہجوم تھا وہ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے تو قرآن کریم میں ہے کہ یہ لڑکیاں ایک طرف الگ کھڑی ہوگئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا اس وقت اتفاقی طور پر مسافرانہ انداز میں وہاں گذر ہوا تو ان لڑکیوں کو علیحدہ کھڑے دیکھ کر سبب پوچھا تو لڑکیوں نے دو باتیں بتلائیں۔

اوّل یہ کہ اس وقت یہاں مردوں کا ہجوم ہے ہم اپنے جانوروں کو پانی اس وقت پلائیں گے جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے۔

دوسری بات یہ بھی بتلائی کہ ہمارے والد بوڑھے ضعیف ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جانوروں کو پانی پلانے کے لئے نکلنا یہ عرف و عادت کے اعتبار سے عورتوں کا کام نہیں تھا، مگر والد کے ضعف و مجبوری اور کسی دوسرے آدمی کے موجود نہ ہونے کے سبب یہ کام ہمیں کرنا پڑ گیا۔

یہ حال قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیوں کا بتلایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے اور ان کی شریعت میں بھی عورتوں مردوں کا دوش بدوش چلنا اور بے محابا اختلاط پسند نہیں تھا، اور ایسے کام جن میں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو وہ عورتوں کے سپرد ہی نہیں کئے جاتے تھے۔ بہرحال اس مجموعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو باقاعدہ پردہ میں رہنے کا حکم اس وقت نہیں تھا، اسی طرح ابتداء اسلام میں بھی یہی صورت جاری رہی۔ ۳ھ یا ۵ھ میں عورتوں پر اجنبی مردوں سے پردہ کرنا فرض کر دیا گیا، جس کی تفصیلات آگے آتی ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ ستر عورت، اور حجاب نساء یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں، ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے، حجاب نساء ۵ھ ہجری میں فرض ہوا۔ ستر عورت

مرد و عورت دونوں پر فرض ہے اور حجاب صرف عورتوں پر، ستر عورت لوگوں کے سامنے اور خلوت دونوں میں فرض ہے حجاب صرف اجنبی کی موجودگی میں۔ یہ تفصیل اس لئے لکھی گئی کہ ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کر دینے سے بہت سے شبہات مسائل اور احکام قرآن کے سمجھنے میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں ستر عورت سے باجماع مستثنیٰ ہیں، اسی لئے نماز میں چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں تو نماز بالاتفاق و باجماع جائز ہے۔ چہرہ اور ہتھیلیاں تو از روئے نص مستثنیٰ ہیں، قدمین کو فقہاء نے ان پر قیاس کر کے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

لیکن اجنبی مردوں سے پردہ میں بھی چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں یا نہیں، اس میں اختلاف ہے جس کی تفصیل سورۂ نور کی آیت لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے تحت گذر چکی ہے جس کا خلاصہ آگے آتا ہے۔

حجاب شرعی کے درجات اور ان کے احکام کی تفصیل

پردۂ نسواں کے متعلق قرآن مجید کی سات آیات اور حدیث کی ستر روایات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مطلوب شرعی حجاب اشخاص ہے، یعنی عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت مردوں کی نظروں سے مستور ہو جو گھروں کی چار دیواری یا خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا جتنی صورتیں حجاب کی منقول ہیں وہ سب ضرورت کی بناء پر اور وقتِ ضرورت اور قدرِ ضرورت کے ساتھ مقید اور مشروط ہیں۔

اس طرح پردہ کا پہلا درجہ جو اصل مطلوب شرعی ہے وہ حجاب اشخاص ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں۔ لیکن شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں اس کے لئے پردہ کا دوسرا درجہ قرآن و سنت کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک برقع یا لانبی چادر میں پورے بدن کو چھپا کر نکلیں۔ راستہ دیکھنے کے لئے چادر میں سے صرف ایک آنکھ کھولیں، یا برقع میں جو جالی آنکھوں کے سامنے استعمال کی جاتی ہے وہ لگالیں، ضرورت کے مواقع میں پردہ کا دوسرا درجہ بھی پہلے کی طرح سب علماء و فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

ایک تیسرا درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے جس میں صحابہ و تابعین اور فقہاء امت کی رائیں مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ عورتیں جب بضرورت گھروں سے باہر نکلیں تو

وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی لوگوں کے سامنے کھول سکتی ہیں بشرطیکہ سارا بدن مستور ہو، پردۂ شرعی کے ان تینوں درجوں کی تفصیل یہ ہے کہ :-

پہلا درجہ حجاب اشخاص بالبیوت

قرآن و سنت کی رُو سے اصل مطلوب یہی درجہ ہے، سورۂ احزاب کی زیر بحث آیت وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، اس کی واضح دلیل اور اس سے زیادہ واضح سورۂ احزاب ہی کے شروع کی آیت وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ہے۔ ان آیتوں پر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا، اس سے اور زیادہ اس کی تشریح سامنے آجاتی ہے۔

یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ پردۂ نسواں کے متعلق پہلی آیت حضرت زینب رضی کے نکاح کے وقت نازل ہوئی، روایات حدیث میں حضرت انس رضی نے فرمایا کہ میں اس واقعہ حجاب کو اور سب سے زیادہ اس لئے جانتا ہوں کہ میں اس وقت حضورؐ کی خدمت میں موجود تھا۔ جب پردہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، تو آپ نے مردوں کے سامنے ایک چادر وغیرہ کا پردہ ڈال کر حضرت زینبؓ کو اندر مستور کر دیا۔ یہ نہیں کیا کہ ان کو برقع یا چادر میں مستور کر دیتے، شان نزول میں جو واقعہ حضرت عمر بن خطابؓ کا اوپر گذر چکا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصود یہ تھا کہ امہات المؤمنینؓ مردوں کی نظروں سے الگ اندر رہیں، جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ

صحیح بخاری باب غزوۂ موتہ میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہؓ اور جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے چہرۂ مبارک پر سخت غم و صدمہ کے آثار تھے، میں حجرہ کے اندر دروازہ کی ایک شق دریچ سے یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ امّ المؤمنینؓ اس حادثہ کے وقت بھی باہر آکر برقع کے ساتھ مجمع میں شامل نہیں ہوئیں بلکہ دروازہ کی درز سے اس جلسہ کا مشاہدہ کیا۔

اور صحیح بخاری کتاب المغازی عمرۃ القضاء کے باب میں ہے کہ حضرت عروہ ابن زبیر صدیقہ عائشہ رضی کے بھانجے اور عبداللہ بن عمرؓ مسجد نبوی میں حضرت صدیقہ عائشہؓ کے حجرے کے باہر متصل تشریف رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کے متعلق باہم گفتگو کر رہے تھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ اسی درمیان میں ہم نے حضرت صدیقہؓ کی مسواک کرنے اور حلق صاف کرنے کی آواز حجرہ کے اندر سے سنی۔ آگے واقعہ میں

عمرات نبی کا ذکر ہے۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آیات حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات کا معمول یہ ہو گیا تھا کہ گھروں میں رہ کر پردہ کرتی تھیں۔

اسی طرح صحیح بخاری باب غزوۃ الطائف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کر کے حضرت ابوموسیٰ اور بلال رضی کو عطا فرمایا کہ اس کو پی لیں اور اپنے چہرے پر مل لیں۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ پردہ کے پیچھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں انھوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا کہ اس تبرک میں سے کچھ اپنی ماں یعنی امّ سلمہؓ کے لئے چھوڑ دینا۔

یہ حدیث بھی شاہد ہے کہ نزول حجاب کے بعد ازواج مطہراتؓ گھروں اور پردوں کے اندر رہتی تھیں۔

فائدہ :۔ اس روایت میں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ ازواج مطہراتؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی ایسی ہی شائق تھیں جیسے دوسرے مسلمان۔ یہ بھی آپ کی ذات اقدس ہی کی خصوصیت تھی ورنہ بیوی سے جو بے تکلف تعلق شوہر کا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کے تقدس و تعظیم کا یہ درجہ قائم رہنا عادۃً ناممکن ہے۔

اور صحیح بخاری کتاب الادب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ابوطلحہؓ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے، آپ کے ساتھ امّ المؤمنین حضرت صفیہؓ بھی سوار تھیں، راستہ میں اچانک اونٹ نے ٹھوکر لی، اور ابوطلحہ کے بیان کے مطابق آپ اور حضرت صفیہؓ اونٹ سے گر گئے تو ابوطلحہؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے، اور عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کر دے آپ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، تم عورت کی خبر لو، ابوطلحہؓ نے پہلے تو اپنا چہرہ کپڑے میں چھپایا، پھر حضرت صفیہؓ کے پاس پہونچے اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا تو وہ کھڑی ہو گئیں۔ پھر اسی طرح پردہ میں مستور ان کو ان کی سواری پر سوار کیا۔

اس واقعہ میں بھی جو ایک حادثہ کی صورت میں اچانک پیش آیا، صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کا ـــــ پردہ کے معاملہ میں اتنا اہتمام اس کی بڑی اہمیت کا شاہد ہے۔

اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَةُ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ (قال الترمذی هٰذا حديث حسن صحيح غريب) معنی یہ ہیں کہ "عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے" (یعنی اس کو مسلمانوں میں برائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے)۔

اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں، وَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَّجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔ "یعنی عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے بیچ میں مستور رہو"

اس حدیث میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ اصل عورتوں کے لئے یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں باہر نہ نکلیں (ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں)۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ اِلَّا مُضْطَرَّةً (رواہ الطبرانی کذا فی الکنز ص ۲۶۳ ج ۸) "یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لئے کوئی حصہ نہیں، بجز اس کے کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی اضطراری صورت پیش آجائے"

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے صحابہ کرامؓ سے سوال فرمایا اَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِّلْمَرْاَةِ (عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے) صحابہ کرام خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، پھر جب میں گھر میں گیا اور فاطمہؓ سے میں نے یہی سوال کیا تو انھوں نے فرمایا اَلَّا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ، "یعنی عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد اُن کو دیکھیں"۔ میں نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا، تو آپ نے فرمایا صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِّنِّيْ "انھوں نے درست کہا بیشک وہ میرا ایک جزو ہیں"۔

واقعۂ افک میں جو سبب حضرت صدیقہؓ کے جنگل میں رہ جانے کا پیش آیا وہ بھی تھا کہ ازواج مطہراتؓ کا پردہ صرف برقع چادر ہی کا نہیں تھا بلکہ وہ سفر میں بھی اپنے ہودج (شغدف) میں رہتی تھیں، یہ شغدف ہی اونٹ کے اوپر سوار کر دیا جاتا تھا اور اسی طرح اُتارا جاتا تھا۔ شغدف مسافر کا مثل مکان کے ہوتا ہے۔ اس واقعہ میں جب قافلہ چلنے لگا تو حسب عادت خادموں نے شغدف کو یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا کہ اُمّ المؤمنین اس کے اندر موجود ہیں، اور واقعہ یہ تھا کہ وہ اس میں نہیں تھیں، بلکہ طبعی ضرورت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں۔ اس مغالطہ میں قافلہ روانہ ہوگیا اور اُمّ المؤمنین جنگل میں تنہا رہ گئیں۔

یہ واقعہ بھی اس بات کا قوی شاہد ہے کہ حجاب شرعی کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ نے یہی سمجھا تھا کہ عورتیں اپنے مکانوں میں، سفر میں ہوں تو اپنے شغدف میں رہیں، ان کا وجود مردوں کے سامنے نہ آئے، اور جب سفر کی حالت میں حجاب اشخاص کا یہ اہتمام تھا تو حضر میں کتنا اہتمام ہوگا؟

دوسرا درجہ حجاب بالبرقع ضرورت کے مواقع میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے، جس میں بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔ یہ سورۂ احزاب کی اس آیت سے ثابت ہے جو آگے آرہی ہے، يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، "یعنی اے نبیؐ آپ اپنی ازواج مطہراتؓ اور بنات طاہرات کو اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب استعمال کریں"، جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے (روی ذٰلک عن ابن عباسؓ)

ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے استعمال جلباب کی صورت یہ نقل کی ہے کہ عورت سر سے پاؤں تک اس میں لپٹی ہوئی ہو اور چہرہ اور ناک بھی اس سے مستور ہو صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی ہو۔ اس آیت کی پوری تفسیر آگے آتی ہے، یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس کو پردہ کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ جلباب وغیرہ میں سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی بجز ایک آنکھ کے چھپا ہوا ہو۔

یہ صورت بھی باتفاق فقہاء اُمت ضرورت کے وقت جائز ہے، مگر احادیث صحیحہ میں اس صورت کے اختیار کرنے پر بھی چند پابندیاں عائد کی ہیں، کہ خوشبو نہ لگائے ہو، بجنے والا کوئی زیور نہ پہنا ہو، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو وغیرہ۔

تیسرا درجہ پردۂ شرعی کا جس میں فقہاء کا اختلاف ہے یہ ہے کہ سر سے پیر تک سارا بدن مستور ہو، مگر چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں، جن حضرات نے اِلَّا مَا ظَهَرَ کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی ہے، ان کے نزدیک چونکہ چہرہ اور ہتھیلیاں حجاب سے مستثنیٰ ہوگئیں، اس لئے ان کو کھلا رکھنا جائز ہوگیا۔ (کما روی عن ابن عباسؓ) اور جن حضرات نے ما ظہر سے برقع، جلباب وغیرہ مراد لی ہے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ (کما روی عن ابن مسعودؓ) جنھوں نے جائز کہا ہے اُن کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو، مگر چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے، اس لئے اس کو کھولنے میں فتنہ کا خطرہ نہ ہونا شاذ و نادر ہے، اس لئے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کھولنا جائز نہیں۔

ائمۂ اربعہ میں سے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ تینوں اماموں نے تو پہلا مذہب اختیار کر کے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا خوف ہو یا

نہ ہو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اگرچہ دوسرا مسلک اختیار فرمایا مگر خوفِ فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا، اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہے اس لئے فقہاء حنفیہ نے بھی غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی۔

مذاہب ائمہ اربعہ کی روایتیں ان مذاہب کی مستند کتابوں کے حوالے سے رسالہ تفصیل الخطاب جزء احکام القرآن میں مفصل بیان کردی گئی ہیں، حنفیہ کا اصل مذہب چونکہ چہرے اور ہتھیلیوں کو حجاب سے مستثنیٰ ہونے کا ہے اس لئے اس جگہ مذہبِ حنفیہ کی چند روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں بوجہ خوفِ فتنہ ممانعت کرنے کا حکم مذکور ہے۔

إعلم أنه لا ملازمة بين كونه ليس عورة وجواز النظر إليه فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة مع انتفاء العورة ولذا حرم النظر إلى وجهها ووجه الأمرد إذا شك في الشهوة ولا عورة،

(فتح القدیر، ص ۱۸۱ ج ۱)

"سمجھ لو کہ کسی عضو کے ستر میں داخل نہ ہونے اور اس کی طرف نظر کے جائز ہونے میں کوئی تلازم نہیں، کیونکہ نظر کا جواز تو اس پر موقوف ہو کہ شہوت کا خطرہ نہ ہو حالانکہ وہ عضو ستر میں داخل نہیں اسی وجہ سے اجنبی عورت کا چہرہ یا کسی بے ریش لڑکے کے چہرے کی طرف نظر کرنا حرام ہے، جب کہ شہوت پیدا ہونے میں شک ہو حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں"

فتح القدیر کی مذکورہ عبارت سے خطرۂ شہوت کی یہ تفسیر بھی معلوم ہوگئی کہ اگرچہ بالفعل کوئی شہوانی نیت نہ ہو مگر ایسا خیال پیدا ہو جانے کا شک ہو۔ جب ایسا شک ہو تو نہ صرف اجنبی عورتوں کے بلکہ بے ریش لڑکوں کے چہرے کو دیکھنا بھی حرام ہے، اور خیالِ شہوت پیدا ہونے کی تشریح جامع الرموز میں یہ کی ہے کہ نفس میں اس کے قریب ہونے کا میلان پیدا ہو جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ نفس میں اتنا میلان بھی پیدا نہ ہو، یہ چیز تو سلف کے زمانے میں بھی شاذ تھی۔ حدیث میں حضرت فضل کو ایک عورت کی طرف دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر دینا اس کی واضح دلیل ہے تو اس زمانۂ فساد میں کون کہہ سکتا ہے کہ اس خطرے سے خالی ہے۔

اور شمس الائمہ سرخسی نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کے بعد لکھا ہے:

وهذا كله إذا لم يكن النظر عن شهوة فإن كان يعلم أنه إن نظر اشتهى لم يحل له النظر إلى شيء منها

(مبسوط، ص ۱۵۲ ج ۱۰)

"یہ چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کا جائز ہونا صرف اس صورت میں ہے جبکہ یہ نظر شہوت سے نہ ہو، اور اگر دیکھنے والا جانتا ہے کہ چہرہ دیکھنے کو بُرے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں تو اس کو عورت کی کسی چیز کی طرف بھی نظر کرنا حلال نہیں"۔

اور علامہ شامیؒ نے رد المحتار کتاب الکراہیۃ میں فرمایا ہے:-

فإن خاف الشهوة أو شك امتنع النظر إلى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام وهذا في زمانهم وأما في زماننا فمنع من الشابة إلا النظر لحاجة كقاض وشاهد يحكم ويشهد عليها وأيضا قال في شروط الصلوة وتمنع الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة

"اگر شہوت کا خطرہ یا شک ہو تو عورت کے چہرے کی طرف نظر ممنوع ہوگی، کیونکہ نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے، اور جب یہ شرط نہ ہو تو حرام ہے، اور یہ بات سلف کے زمانے میں تھی لیکن ہمارے زمانے میں مطلقاً عورت کی طرف نظر ممنوع ہے مگر یہ کہ کسی حاجتِ شرعیہ کی وجہ سے نظر کرنا پڑے، جیسے قاضی یا شاہد جن کو کسی معاملہ میں اس عورت کے متعلق شہادت یا فیصلہ دینا پڑے اور شروط صلوٰۃ میں فرمایا کہ جوان عورت کو (اجنبی) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا ممنوع ہے نہ اس لئے کہ یہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے۔"

خلاصہ اس بحث و اختلافِ فقہاء کا یہ ہے کہ امام شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے نوجوان عورت کی طرف نظر کرنے کو عادتِ عامہ کی بنا پر سببِ فتنہ قرار دے کر اس کو مطلقاً منع کر دیا، خواہ واقع میں فتنہ ہو یا نہ ہو، جیسے شریعت کے بہت سے احکام میں اس کی نظائر موجود ہیں۔ مثلاً سفر چونکہ عادۃً مشقت و محنت کا سبب ہوتا ہے، اس کو خود سفر ہی کو مشقت کا حکم دے کر تمام احکامِ رخصت کے سفر متحقق ہونے پر دائر کر دیئے خواہ کسی شخص کو سفر میں کوئی بھی مشقت نہ ہو، بلکہ اپنے گھر سے زیادہ آرام ملے، مگر قصرِ نماز اور رخصتِ روزہ وغیرہ کے احکام اس کو بھی شامل ہیں۔ اسی طرح نیند کی حالت میں چونکہ انسان بے خبر ہوتا ہے اور عادۃً ریاح خارج ہو جاتی ہیں، اس لئے خود نیند ہی کو

خروج ریح کے قائم مقام قرار دے کر نیند سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم دیدیا خواہ واقع میں ریح خارج ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے عورت کے چہرے اور ہتھیلیاں کھولنے کو یہ درجہ نہیں دیا کہ چہرہ کھولنے ہی کو فتنہ کا قائم مقام قرار دیدیں، بلکہ حکم اس پر دائر رکھا کہ جہاں فتنہ یعنی عورت کی طرف قریب ہونے کے میلان کا خطرہ یا احتمال ہو وہاں ممنوع ہے اور جہاں یہ احتمال نہ ہو جائز ہے۔ مگر اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس زمانے میں ایسا احتمال نہ ہو بالکل شاذ و نادر ہے اس لئے متأخرین فقہاء حنفیہ نے بھی بالآخر وہی حکم دیدیا جو ائمہ ثلاثہ نے دیا تھا کہ جوان عورت کے چہرے یا ہتھیلیوں کی طرف بھی نظر ممنوع ہے۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اب باتفاق ائمہ اربعہ یہ تیسرا درجہ پردہ کا ممنوع ہو گیا کہ عورت برقع چادر وغیرہ میں پورے بدن کو چھپا کر مگر صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھول کر مردوں کے سامنے آئے۔ اس لئے اب پردے کے صرف پہلے ہی دو درجے رہ گئے، ایک اصل مقصود یعنی عورتوں کا گھروں کے اندر رہنا بلا ضرورت باہر نہ نکلنا، اور دوسرا یعنی برقع وغیرہ کے ساتھ نکلنا ضرورت کی بناء پر بوقت ضرورت و بقدر ضرورت۔

مسئلہ: پردہ کے احکام مذکورہ میں بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہیں، مثلاً بعض مرد یعنی محارم پردہ سے مستثنیٰ ہیں اور بعض عورتیں مثلاً بہت بوڑھی وہ بھی پردے کے عام حکم کسی قدر مستثنیٰ ہیں۔ ان کی تفصیل کچھ تو سورۂ نور میں گذر چکی ہے کچھ آگے سورۂ احزاب کی ان آیات میں آئے گی جن میں یہ استثناء مذکور ہے۔

پردہ کے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اپنے رسالہ "تفصیل الخطاب فی احکام الحجاب" کا کچھ خلاصہ یہاں لکھ دیا ہے جو عوام کے لئے کافی ہے، پوری تحقیق مطلوب ہو تو رسالہ مذکورہ میں دیکھی جا سکتی ہے، یہ رسالہ احکام القرآن تفسیر سورۂ احزاب میں شائع ہو چکا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو!

صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر

خلاصۂ تفسیر

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو جائے)۔

معارف و مسائل

اس سے پہلی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات و امتیازات کا ذکر تھا جن کے ضمن میں ازواج مطہرات کے پردہ کا حکم آیا تھا، اور آگے بھی کچھ احکام پردے کے آئیں گے، درمیان میں اس چیز کا حکم دیا گیا جس کے لئے یہ سب خصوصیات و امتیازات رکھے گئے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا اظہار اور آپ کی عظمت و محبت اور اطاعت کی ترغیب ہے۔

اصل مقصود آیت کا مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرما لیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی۔

صلوٰۃ و سلام کے معنی

لفظ صلوٰۃ عربی زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، رحمت، دعاء، مدح و ثناء، آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ کے لئے دعاء کرنا ہے، اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعاء اور مدح و ثناء کا مجموعہ ہے۔ عامۂ مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے